ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

۲۷ جون ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ آنے

Amjid

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

قبر کے ایک منظر کا بیان

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَہُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِہَا فَیَجْلِسُ یَمْسَحُ عَیْنَیْہِ وَیَقُوْلُ دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَہ

ترجمہ - جابرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میت کو قبر کے اندر دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے سامنے آفتاب کے غروب ہونے کا وقت پیش کیا جاتا ہے (پس اگر وہ مومن ہے) تو وہ ہاتھوں سے آنکھوں کو ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں

قبر میں حال

عن ابی ھریرۃ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ یَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ فَیَجْلِسُ الرَّجُلُ فِیْ قَبْرِہٖ غَیْرَ فَزِعٍ وَّلَا مَشْعُوْبٍ ثُمَّ یُقَالُ لَہُ فِیْمَ کُنْتَ فَیَقُوْلُ کُنْتُ فِی الْاِسْلَامِ فَیُقَالُ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَاءَنَا بِالْبَیِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَصَدَّقْنَاہُ فَیُقَالُ لَہُ ھَلْ رَاَیْتَ اللّٰہَ فَیَقُوْلُ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرَی اللّٰہَ فَیُفْرَجُ لَہُ فُرْجَۃٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْھَا یَحْطِمُ بَعْضُھَا بَعْضًا فَیُقَالُ لَہُ اُنْظُرْ اِلٰی مَا وَقَاکَ اللّٰہُ ثُمَّ یُفْرَجُ لَہُ فُرْجَۃٌ قِبَلَ الْجَنَّۃِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَھْرَتِھَا وَمَا فِیْھَا فَیُقَالُ لَہُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ عَلَی الْیَقِیْنِ کُنْتَ وَعَلَیْہِ مُتَّ وَعَلَیْہِ تُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَجْلِسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِیْ قَبْرِہٖ فَزِعًا مَشْعُوْبًا فَیُقَالُ لَہُ فِیْمَ کُنْتَ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ فَیُقَالُ لَہُ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُہٗ فَیُفْرَجُ لَہُ فُرْجَۃٌ قِبَلَ الْجَنَّۃِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَھْرَتِھَا وَمَا فِیْھَا فَیُقَالُ لَہُ اُنْظُرْ اِلٰی مَا صَرَفَ اللّٰہُ عَنْکَ ثُمَّ یُفْرَجُ لَہُ فُرْجَۃٌ اِلَی النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْھَا یَحْطِمُ بَعْضُھَا بَعْضًا فَیُقَالُ لَہُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ عَلَی الشَّکِّ کُنْتَ وَعَلَیْہِ مُتَّ وَعَلَیْہِ تُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ -

ترجمہ - ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہے آپ نے کہ جب مُردہ قبر کے اندر پہنچتا ہے تو (نیک بندہ) قبر کے اندر اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے نہ وہ خوفزدہ ہوتا ہے اور نہ گھبرایا ہُوا پس اُس سے پوچھا جاتا ہے تُو کس دین میں تھا وہ کہتا ہے۔ مَیں دین اسلام میں تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے وہ کہتا ہے محمدؐ خُدا کے رسول ہیں - جو خُدا کے پاس سے ہمارے لئے ظاہر دلیلیں لائے اور ہم نے ان کی تصدیق کی - پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کیا تُونے خُدا کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے خدا کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے بعد ایک کھڑکی دوزخ کی طرف کھولی جاتی ہے وہ ادھر دیکھتا ہے اور آگ کے شعلوں کو اس طرح بھڑکتا ہُوا پاتا ہے کہ ایک کی لپٹ دوسرے کو کھا رہی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے۔ دیکھ اُس چیز کو جس سے اللہ نے تجھ کو بچایا ہے - پھر ایک کھڑکی جنّت کی طرف کھولی جاتی ہے اور وہ جنّت کی تر و تازگی اور اُس کی چیزوں کو دیکھتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے - یہ تیرا ٹھکانا ہے -اس سبب سے کہ (تیرا اعتقاد مضبوط اور اس پر تجھ کو کامل یقین تھا تو اسی (یقین کی) حالت پر مرا اور اسی حالت میں تجھ کو قبر سے اُٹھایا جائے گا - اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا - اور بُرا بندہ جب قبر کے اندر اُٹھ کر بیٹھتا ہے تو خوفزدہ اور گھبرایا ہُوا ہوتا ہے - پس اُس سے پوچھا جاتا ہے - تو کس دین میں تھا وہ کہتا ہے - مَیں نہیں جانتا پھر اُس سے پوچھا جاتا ہے یہ کون شخص تھا - وہ کہتا ہے مَیں لوگوں کو جو کچھ کہتے سُنتا تھا وہی میں کہتا تھا - پھر جنّت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ جنّت کی تر و تازگی اور چیزوں کو دیکھتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے دیکھ اس چیز کی طرف جس کو خدا نے تجھ سے پھیر لیا ہے - پھر دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے - اور وہ دیکھتا ہے - کہ آگ کے تیز شعلے ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں - اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے - اُس شک کے سبب جس میں تو مبتلا تھا - اور جس پر تیری وفات ہوئی - اور اسی پر انشاء اللہ تجھ کو قبر سے اُٹھا جائے گا - (ابن ماجہ)

بدعت کا بیان

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ - مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ - عائشہ رضؓ کہتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے ہمارے اس دین میں ایسی کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود ہے

کتاب اللہ بہترین چیز ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ - جابر رضؓ کہتے ہیں - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (غالباً ایک خطبہ میں) کہ خدا کی حمد کے بعد معلوم ہونا چاہیئے - کہ سب سے بہتر حدیث (بات) خدا کی کتاب ہے - اور بہترین راہ (طریقہ) محمدؐ کی راہ (طریقہ) ہے - اور بد ترین چیزوں میں وہ ہے جس کو (دین میں) نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (نئی نکالی ہوئی چیز) گمراہی ہے (مسلم)

مغضوب بندوں کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

ترجمہ - ابن عباسؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب وہ لوگ جن سے خدا سخت ناخوش ہے تین آدمی ہیں (ایک تو) حرم (محترم) میں الحاد (کجروی) کرنے والا اور (دوسرا) اسلام میں ایام جاہلیت کے طریقہ کو طلب کرنے والا اور (تیسرا) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کا خواستگار تاکہ اس کے خون کو بہائے - (بخاری)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۴ جمعۃ المبارک ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۵۸ء شمارہ ۷

کم سن بچّوں کا اغوا

کچھ عرصہ سے کم سن بچّوں کے اغوا کی دلخراش خبریں روزانہ اخبارات میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ اغوا کے سنسنی خیز واقعات پڑھ کر ہر شخص خون کے آنسو روتا تھا۔ لیکن اپنی بے بسی کے باعث کچھ کر نہ سکتا تھا۔ حکومت ہی ان واقعات کی روک تھام کرسکتی تھی۔ مگر اس پر ان کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ بالآخر جب حال ہی میں اغوا کرنے والوں کا ایک گروہ گرفتار ہُوا اور اصل واقعات سامنے آئے تو ایوان حکومت میں بھی زلزلہ آیا اور قانون کی مشینری حرکت میں آئی اور ایک آرڈیننس جاری کردیا گیا۔ جس کے تحت دس سال سے کم عمر کے بچّوں کو اغوا کرنے کے لئے موت۔ عمر قید یا ۱۴ سال قید بامشقت سزا تجویز کی گئی۔ کم از کم سزا سات سال مقرر کی گئی اس کے علاوہ اغوا کرنے والوں کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے۔ بچّوں کے اغوا کے سلسلہ میں اعانت کرنے یا سازش میں حصّہ لینے والوں کو بھی اسی قسم کی سزا دی جائے گی۔

اس آرڈیننس نے حدود شریعت پر اعتراض کرنے والوں کا منہ بند کردیا سچ ہے کہ ؎

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ اگر اغوا کے لئے سخت ترین سزا تجویز ہوسکتی ہے۔ تو چوری۔ زنا اور باقی جرائم کے لئے سخت ترین سزائیں کیوں مقرر نہیں ہوسکتیں۔

(فقہ) (Jurisprudence) میں سزا کا ایک مقصد جرم کا انسداد بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ مقصد سخت ترین سزا سے ہی پورا ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ جب بچّے کو والدین کی گود میں ڈالتے ہیں تو وہ دونوں کی محنت سے جوان ہوکر دینی اور دنیوی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل بنتا ہے۔ کم سن بچّوں کو اغوا کرنے والے اگر ایک طرف ماں کی گود خالی کرتے ہیں تو دوسری طرف باپ کی امیدوں کا چمن اُجاڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ معصوم بچّوں کو ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت سے بھی محروم کرتے ہیں۔ یہ ایک خاندان کے تین افراد پر انتہائی ظلم ہے۔ ایسے سماج دشمن عناصر کو جتنی بھی سخت سزا دی جائے کم ہے۔ ہماری رائے میں تو ان انسان صورت درندوں کو سرِ عام جنگلی اور خونخوار جانوروں سے چرا دیا جائے۔ تو بھی انصاف کا تقاضا پُورا نہ ہوگا۔ تاہم آرڈیننس میں اس سنگین جرم کی جو سزا بھی مقرر کی گئی ہے۔ ہم اس کے لئے مرکزی حکومت کو مبارک باد کا مستحق سمجھتے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ سزا اس جُرم کا انسداد کرسکے۔

اس سلسلہ میں ہم حکومت کو متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ آرڈیننس کے جاری کر دینے کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی۔ آپ کو علم ہے کہ ہمارے انتظامیہ اور عدلیہ دونوں محکمہ جات میں بے شمار خامیاں ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ ان کی خامیوں سے کہیں آرڈی ننس کے اجرا کا مقصد ہی فوت نہ ہو جائے۔ حکومت کا فرض ہے کہ کم سن بچّوں کے مقدمات کے لئے ایسے پولیس افسر اور سیشن جج مقرر کرے جو ہر قسم کے لالچ سے بالا تر ہوں۔ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو صحیح معنوں میں پُورا کرسکتے ہوں۔

اس موقعہ پر ہم حکومت سے یہ درخواست بھی کریں گے کہ وہ دوسرے سماج دشمن عناصر کے خلاف بھی سخت کارروائی کرے تاکہ ہمارا معاشرہ تباہی و بربادی سے بچ سکے۔ سمگلر۔ بلیک مارکیٹ کرنے والے۔ ناجائز منافع کھانے والے بھی سماج کے بدترین دشمن ہیں۔ ان کے لئے بھی سخت ترین سزائیں تجویز کرنی چاہئیں تاکہ ہماری قوم ہوش ربا گرانی کے اثرات سے محفوظ رہ کر [illegible] کی منازل طے کرسکے۔

ناقص آٹا

لاہور مغربی پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔ گورنر مغربی پاکستان یہاں مقیم ہے۔ حکومت مغربی پاکستان کی کابینہ کے تمام وزرا یہاں موجود۔ حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ خوراک کا ہیڈ کوارٹر یہاں۔ محکمہ صحت کا بڑا دفتر یہاں۔ ان کے علاوہ ڈپٹی کمشنر اور اس کے اوپر کمشنر یہاں موجود۔ مگر ان سب کی موجودگی میں عام ڈپوؤں سے جو آٹا مہیا کیا جاتا ہے اس کو کھانے والے لاہور کے غریب باشندے پیٹ کی لا تعداد بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ تپ دق کے ماہرین اس مہلک مرض کا شکار ہونے والوں کے متعلق اکثر اخبارات میں واویلا کرتے رہتے ہیں۔ مگر حکومت پر زور نہیں دیتے کہ اس کی وجہ ناقص آٹا اور ملاوٹ شدہ دوسری اشیاء خوردنی ہیں۔ ان کی سپلائی بند کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اخبارات میں ناقص آٹا کے متعلق اکثر ادارتی نوٹ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر حکومت کی مشینری میں حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

خدا جانے لاہور کے بدقسمت باشندوں نے کونسا جرم کیا ہے کہ حکومت انہیں ناقص آٹا کھانے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہاں گندم اور آٹے کا راشن ہے۔ اس کی وجہ سے بازار میں ان دونوں کی فروخت پر حکومت نے پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ اگر مارکیٹ میں گندم دستیاب ہوتی ہے تو بے حد گراں قیمت۔ حکومت کی مقرر کردہ قیمت مبلغ ساڑھے بارہ روپیہ فی من کی بجائے سترہ روپیہ فی من قیمت دینی پڑتی ہے۔

یہ بھی لاہور والوں کے لئے ایک قسم کی سزا ہے۔ باہر سے صرف وہی لوگ گندم لا سکتے ہیں جن کی اپنی زمین ہو۔ اور ان کو بھی پرمٹ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ ہر شخص نہ زمین کا مالک ہے اور نہ بآسانی پرمٹ حاصل کرسکتا ہے۔ زمیندار اور غیر زمیندار کی یہ تفریق بھی ہماری حکومت کی ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ایک شخص تو عمدہ گندم کا آٹا کھائے اور اس کا ہمسایہ ناقص آٹا کھائے؟ یہ سب حالات اسی صورت میں بدل سکتے ہیں۔ جب عام انتخابات میں خدا ترس اور قوم کے بہی خواہ حضرات نمائندہ بن کر آگے آئیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری قوم کو اس کے

دُعا بدرگاہِ کبریا

(از ابوالحسن قاسمی ناظمِ اعلیٰ مرکزیہ انجمن خُدّامِ مِلّت ملتان شہر)

حمد و ثنا ہے تیری میری زباں پہ جاری
کرتا ہوں یاد تجھ کو پروردگارِ باری

رحمٰن تُو ہے میرا اے ربِّ ہر دو عالم
ہر سمت رحمتوں کے دریا ہیں تیرے جاری

یومِ جزا کے مالک ارض و سما کے خالق
مجھ کو بھی بخش دینا کرتا ہوں آہ و زاری

تُو ہے معین میرا کرتا ہوں یاد تجھ کو
تُو ذاتِ کبریا ہے مَیں محوِ انکساری

تیرے عزیز بندے جس راہ پر چلے ہیں
وہ راستہ دکھا تُو ہے آرزو ہماری

یارب ہمیں نہ دکھلا ان ظالموں کا رستہ
جن کو کہا ہے تُو نے مغضوب اور ناری

یہ آرزو ہماری کرنا قبول یارب
در پر ہیں دست بستہ کرتے ہیں آہ و زاری

صدق و وفا عطا کر دے جذبۂ محبّت
پھر سے ہمیں عطا کر اخلاص و غمگساری

ہم جائیں بن کے فاتح پھر ہند میں خُدایا
غلبہ ہمیں عطا کر رکھ آبرو ہماری

طارقؔ بنیں خُدایا قاسم بھی بن دکھائیں
دے جذبۂ شجاعت ہو دُور بے قراری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۵۸ء

حضرت یوسف ؑ کے ایک مختصر سے بیان میں نصائح

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - اللہ جل شانہٗ نے سورۂ انعام کے رکوع ۱۰ میں ۱۸ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے - اور ان ۱۸ حضرات میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہیں - ان ۱۸ حضرات کے اسماء گرامی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے -

(اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ)

ترجمہ - یہ وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی - سو تو ان کے طریقہ پر چل -

سب کا طریقہ ایک ہی ہے

برادران اسلام - دراصل تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اصول میں متحد و متفق ہیں - ہاں ان اصول مسلمہ کو سانچوں میں ڈھالنے کے وقت مختلف صورتیں ہر دور کے انسانوں کی ذہنیت کے مناسب اختیار کی جاتی ہیں - مثلاً ایک بسکٹ بنانے والا کارخانہ دار بسکٹ بنانے کے لئے میدہ وغیرہ ملا کر ایک من آٹا تیار کر لیتا ہے - اب اس ایک ہی آٹے کو مختلف سانچوں میں ڈالتا ہے - کوئی بسکٹ گول ہے تو کوئی لمبا - اور کوئی چورس ہے - بعینہٖ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں رُوح ایک ہے - البتہ احکام کی صورتوں میں اختلاف ہُوا کرتا ہے -

آج

حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کی جھلک پیش کرنا چاہتا ہوں - اس میں اُمۃ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے لئے ہدایت کے انوار نظر آئینگے -

اگر

ہم مسلمان ان انوار کو اپنی زندگی کا مشعل راہ بنائیں گے - تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید واثق بلکہ یقین کامل ہے کہ داخلہ جنت کا ٹکٹ مل جائے گا -

حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک مختصر سے بیان میں نصائح

آپ کا بیان

(رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝)

سورہ یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳

ترجمہ - اے میرے رب تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا ہے - اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے دُنیا اور آخرت میں تُو ہی میرا کارساز ہے - تو مجھے اسلام پر موت دے - اور مجھے نیک بختوں میں شامل کر دے -

اس بیان کے اندر نصیحتیں

پہلی

(رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ)

ترجمہ - اے میرے رب - تُو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے -

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فقرے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے - کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس دُنیا کے ہر فضل و کمال کو اللہ تعالےٰ کا فضل خیال کرتے ہیں -

عبرت

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ عزّت کا جو عہدہ دُنیا میں ملے - اسے محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان خیال کیا جائے - اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی نعمت کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے - بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس عہدہ پر فائز ہونے کے اور بھی مستحق ہوسکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے کہ اس نے اس عہدے پر مجھے ہی ممتاز فرمایا -

ایک بے دین حاکم کا اعلان

(وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝)

سورہ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ - فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرکے کہدیا - اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں - اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے نہیں بہ رہیں - پھر تم کیا نہیں دیکھتے -

یہ متکبرانہ اعلان

محض اس لئے کر رہا ہے - کہ پیغمبر کی کی صحبت سے فیض یافتہ نہیں ہے - بجائے اس کے کہ مصر کی حکومت کو اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان سمجھتا - اسے اپنی ذاتی قابلیت اور ذاتی ملکت کا نتیجہ خیال کرکے یہ متکبرانہ اعلان کر رہا ہے -

نتیجہ

اس متکبرانہ اعلان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک انسان پیغمبر کی تعلیم سے فیضیافتہ نہ ہو - وہ بیوقوف اور بے سمجھ ہوتا ہے اسے صحیح بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں ہوتا - اور اسی طرح محسن حقیقی کی نعمتوں کی ناشکر گزاری کا بالآخر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا انسان اور اگر ایسی کوئی جماعت ہو تو وہ لوگ

عذاب الٰہی میں مُبتلا ہوکر

دُنیا سے رُخصت ہوتے ہیں - چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کی موت کا نظارہ ملاحظہ ہو (فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ۝)

سورہ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ - پس اس (فرعون) نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا - پھر اس کے کہنے میں آ گئے - کیونکہ وہ بدکار لوگ تھے - پس جب انہوں

نے ہمیں غصّہ دلایا۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے انہیں گئے گزرتے اور پیچھے آنے والوں کے لئے کہاوت بنادیا۔

بلکہ فرعونی لعنت کی موت سے

مرے (وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ ۝ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝)

سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ اور اس (فرعون) نے اور اس کے لشکروں نے ملک میں ناحق تکبّر کیا۔ اور خیال کیا۔ کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا۔ پھر انہیں دریا میں پھینک دیا۔ سو دیکھ لو۔ ظالموں کا کیا انجام ہُوا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں ملے گی۔ اور ہم نے اس دُنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے دن بھی بد حالوں میں ہوں گے۔

دُوسری (نصیحت)

(فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ)

ترجمہ۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اعلان کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آسمان یا زمین کی کسی چیز سے بھی ہمیں نفع اُٹھانے کی ضرورت پیش آئے تو فقط ایک اللہ جل شانہٗ سے ہی درخواست کرنی چاہئے۔ کہ اے اللہ میں تیری مخلوقات میں سے فلاں چیز کا محتاج ہوں۔ تو مہربانی فرماکر وہ چیز اپنے خزانے میں سے کسی نہ کسی صورت سے عطا فرما۔ اور اس دُعا کو مسلسل جاری رکھے تاآنکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے منظوری آئے۔ اور وہ چیز میسّر آئے اور ہماری حاجت پوری ہوجائے۔ جب تک ہماری حاجت پوری نہ ہونے پائے اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے دروازہ پر نہ جائے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے کام پُورا ہو جائے تو شکریہ بھی فقط اسی کا ادا کیا جائے۔ ورنہ کام بھی نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ بھی ناراض ہو جائیگا کہ یہ شخص میرا بندہ ہوکر مجھ سے مُنہ موڑ کر غیر کے دروازہ پر چلا گیا۔ اور پھر اس کی عاجزی اور بیکسی کو دیکھ کر اس کا کام تو مَیں نے کیا۔ اور اب یہ شخص بےسمجھی سے شکریہ غیر کا ادا کر رہا ہے۔

تیسری (نصیحت)

(انت ولی فی الدنیا والاخرۃ)

ترجمہ۔ دُنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے۔

اس فقرہ سے ہر انسان (خواہ جاہل ہو یا عالم) بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ انسان کا کارساز یعنی حاجت روا سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی تائید میں قرآن مجید میں دوسری جگہ یہ ارشاد ہے (أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝)

سورہ النمل رکوع ۵ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ بھلا کون ہے جو بیقرار کی دُعا قبول کرتا ہے اور بُرائی کو دُور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

نتیجہ

اگر مذکورہ الصدر آیت پر مسلمان عمر بھر عمل کرے۔ تو اس کے اندر شرک پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جس شخص کے دل میں شرک نہ ہو بلکہ توحید خالص کا نور پایا جائے۔ اس شخص کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی یقینی ہے اور نجات بھی یقینی ہے۔

تیسری (نصیحت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس ارشاد (توفنی مسلماً) میں بھی مسلمان کے لئے نصیحت ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے۔ "تو مجھے اسلام پر موت دے" یعنی میری موت کا وقت آئے۔ اس وقت بھی میرے دل میں یہ جذبہ موجزن ہو۔ کہ اے اللہ میں تیرا ہر حکم دل سے ماننے کے لئے تیار ہوں۔ اگر دل میں یہ جذبہ موت کے وقت بھی مکمل طور پر پایا جائے۔ تو خُدا کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ اس شخص سے راضی ہوگا۔ اور وہ شخص بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگا۔ اور اس قبولیت کی برکت سے اس کی قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ ایک حدیث شریف کا مضمون میرے ان الفاظ کی تائید کر رہا ہے۔ حدیث شریف میں اس قسم کے الفاظ ہیں۔ "اِنّ اللّٰہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔" بیشک اللہ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔ لہٰذا جب یہ دل سے استدعا کر رہا ہے۔ کہ اے اللہ مجھے اپنا فرمانبردار بندہ بنا۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی دُعا قبول فرمائیگا۔ اور اس کو فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائیگا۔ اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اللھم اجعلنا منھم

چوتھی (نصیحت)

(وَالْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝)

ترجمہ۔ اور مجھے نیک بختوں میں شامل کردے۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مَیں مرنے کے بعد تیرے نیک بخت بندوں کی فہرست میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو میری دُعا قبول فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے مرنے کے بعد مجھے اپنے نیک بندوں کی فہرست میں شامل کر دینا۔ انسان کی فطرت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ جس چیز کے حاصل کرنے کا انسان کے دل میں شوق پیدا ہو جائے . . . . . .

. . . . تو پھر حتی الوسع اس چیز کے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ جب یہ شخص صالحین کی فہرست میں شامل ہونے کا شوق رکھتا ہے تو حتی الوسع اس جماعت میں شامل ہونے کی کوشش بھی کرے گا۔ اور جب دلی شوق کے ساتھ کوشش بھی کرے گا تو انشاء اللہ تعالےٰ بارگاہ الٰہی میں اس کی سعی منظور ہو جائیگی چنانچہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ (وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝)

سورہ العنکبوت رکوع ۷ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی۔ ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دینگے۔ اور بیشک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ اپنے ان مخلص بندوں کی دُعا قبول فرمائے گا۔ اور انہیں مرنے کے بعد اپنے نیکوکار بندوں کی فہرست

ہیں شامل کر لے گا۔ اللّٰہم اجعلنا منہم

پانچویں نصیحت

یہ پانچویں نصیحت حضرت یوسفؑ کے ارشادات ہی میں سے لی گئی ہے۔ البتہ پہلی چاروں ایک ہی آیت سے لی گئی تھیں یہ پانچویں دوسری آیت سے لی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

(وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝)

سورہ یوسف رکوع ۷ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بیشک نفس تو برائی سکھاتا ہے۔ مگر جس پر میرا رب مہربانی کرے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

باوجودیکہ آپ پیغمبر ہیں

اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان حضرات سے نہ صغیرہ نہ کبیرہ کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ مگر آپ کی کسرنفسی ملاحظہ ہو۔ اسی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں سمجھتا۔

عبرت

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو یہ نعمت نصیب فرمائے کہ اپنے آپ کو ہر گناہ سے بچائیں۔ اور پھر بھی ہمارے نفس میں یہ غرور پیدا نہ ہو۔ کہ ہم پاکباز ہیں۔ بلکہ یہی خیال رہے۔ کہ ممکن ہے۔ ہم کئی ایسے گناہوں میں مبتلا ہوں جو حقیقت میں گناہ ہیں۔ مگر ہم انہیں گناہ نہیں سمجھتے۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ وہ گناہ ہمارے سامنے لائے گا۔ اور جب فرمائے گا کہ فلاں فلاں گناہ کیوں کیا کرتے تھے۔ ہمارے پنجاب میں ایک کہاوت ہے "جو کرے۔ وہ بھی ڈرے۔ اور جو نہ کرے وہ بھی ڈرے۔"

لہٰذا

انسان کا معاملہ اپنے رب سے ایسا ہی ہونا چاہئیے۔ کہ گناہ کرے۔ تو بھی ڈرے اور نہ کرے تو بھی ڈرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جن چیزوں کو ہم معمولی سمجھتے تھے وہ ہوتے ہوتے ایک پہاڑ بن گئے ہوں۔

چھٹی نصیحت

حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت سے ایک ایسی نصیحت ہمیں حاصل ہوتی ہے جو ایک ہی بہشت کا ٹکٹ دلانے کے لئے کافی ہے۔ وہ اس آیت میں ملاحظہ ہو۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

سورہ یوسف رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور پھسلایا اس کو اس عورت نے جس کے گھر میں تھا۔ اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیئے دروازے اور شتابی کر۔ کہا خدا کی پناہ۔ وہ عزیز (عورت کا خاوند) میرا مالک ہے۔ مجھ کو اچھی طرح رکھا ہے۔ بیشک بھلائی نہیں پاتے۔ جو لوگ کہ بے انصاف ہوں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں۔ "اُدھر تو الطاف غیبیہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عجیب و غریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ ادھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے ان کے سامنے ایک نہایت ہی مزلۃ الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کر دیا یعنی حضرت یوسف (علیہ السلام) کے حسن و جمال پر زلیخا مفتون ہوگئی۔ اور دل کشی اور ہوش ربائی کے سارے سامان، جمع کرکے چاہا کہ یوسف (علیہ السلام) کے دل کو ان کے قابو سے باہر کر دے۔ ایک طرف عیش و نشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی و اسباب ایسے تھے۔ جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقوےٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ مگر خدا نے جس کو محسن قرار دیکر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا۔ اس پر کیا مجال تھی۔ کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اس نے ایک لفظ کہا۔ "معاذ اللہ" (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے۔ کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی۔ اس پر کس کا وار چل سکتا ہے۔ یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ علاوہ بریں "عزیز" میرا مربی ہے۔ جس نے مجھے ایسی عزت و راحت سے رکھا۔ کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئیے۔ جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت پر مامور فرمایا۔"

عبرت

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے نازک موقعہ پر (اگر خدانخواستہ کبھی پیش آ جائے) تو خوف خدا کی برکت سے اپنا ایمان بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

چھٹی نصیحت

(وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۝ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝) سورہ یوسف رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور عورتوں نے شہر میں چرچا کیا۔ کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو چاہتی ہے۔ بیشک اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے۔ ہم تو اسے صریح غلطی پر دیکھتی ہیں۔ پھر جب عزیز کی

بیوی نے ان کی ملامت سُنی تو انہیں بُلا بھیجا۔ اور ان کے واسطے ایک مجلس تیار کی۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چُھری دی۔ اور کہا۔ ان کے سامنے نکل آ۔ پھر جب انہوں نے اسے دیکھا۔ تو حیرت میں رہ گئیں۔ اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور کہا۔ اللہ پاک ہے۔ یہ انسان تو نہیں ہے۔ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ کہا یہی وہ ہے کہ جس کے معاملہ میں تم نے مجھے ملامت کی تھی۔ اور البتہ تحقیق مَیں نے اس سے دلی خواہش کی تھی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ اور اگر وہ میرا کہنا نہ مانے گا تو ضرور قید کر دیا جائیگا اور ذلیل ہو کر رہے گا۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا۔ اے میرے رب میرے لئے قید خانہ بہتر ہے۔ اس کام سے۔ کہ جس کی طرف مجھے بُلا رہی ہیں۔ اور اگر تو مجھ سے ان کا فریب دفع نہ کرے گا تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کو قبول فرمالیا

(فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝)

سورہ یوسف رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ پھر اس کے رب نے اس کی دُعا قبول کر لی۔ پس ان کا فریب اس سے دُور کر دیا گیا۔ کیونکہ وہی سُننے والا جاننے والا ہے۔

اس واقعہ کے ذکر کے دوران میں چند سطور پہلے عبرت کے ماتحت عرض کر چکا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اسی طرح شیطان کے شر سے بچائے۔ اور ایمان سلامت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

ان آیات پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔" یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا۔ کہ عزیز کی عورت اپنے نوجوان پہ مفتون ہو گئی۔ چاہتی ہے کہ اس کے نفس کو بے قابو کر دے۔ غلام کی محبت اس کے دل کی تہ میں پیوست ہو چکی ہے حالانکہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے۔ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ علانیہ غلطی پر ہے۔ عورتوں کی گفتگو کو مکر" فریب" اس لئے کہا۔ کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں۔ اور زلیخا پر طعن کرکے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا۔ حالانکہ یوسف (علیہ السلام) کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا اس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصّہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کردیں جو یوسف کے دیدار کا سبب بن جائے۔ یا زلیخا کے دل میں اس کی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقعہ نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا رازدار بنایا ہو۔ اس نے رازداری کی جگہ پردہ دری اور خوردہ گیری شروع کر دی۔ بہرحال ان کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں۔ (پھر) دعوت کرکے ان عورتوں کو بُلوا بھیجا۔ اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی۔ جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ ان کے سامنے چُن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا۔ تا تراشنے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفتِ انتظار اُٹھانا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کرکے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے۔ آواز دی۔ کہ ادھر نکل آئے۔ نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی۔ تمام عورتیں یوسفؑ کے حسن و جمال کا دفعتًہ مشاہدہ کرنے سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی نزاہت و صداقت پر قائم فرما دی۔ کہ جس کے جمال بے مثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیئے۔ بحالیکہ یوسفؑ نے آنکھ اُٹھا کر بھی ان کے حسن و خوبی کی طرف نہ دیکھا۔ تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہُوا ہوگا۔ کہ زلیخا اس کے جمال ہوش ربا کو دیکھ کر ہوش و خرد کھو بیٹھی۔ اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامن عفت بچاتا ہُوا صاف نکل گیا۔

مذکور الصدر ایک کمال بھی بہشت میں پہنچانے کے لئے کافی ہے

زلیخا کی طرف سے التجا اور حضرت یوسفؑ کی عفت کا جو واقعہ بالتفصیل آپ پڑھ چکے ہیں یہ ایک خوبی بھی بہشت میں پہنچانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔

اس کا ثبوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهُ حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ

متفق علیہ۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں۔ جنہیں اللہ اپنے سایہ میں جگہ دیگا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ انصاف کرنیوالا حاکم۔ اور وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں تربیت پائی ہے۔ اور وہ شخص جس کا دل مسجد سے اٹکا ہُوا ہے جب اس سے نکلتا ہے۔ تا آنکہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ اور دو آدمی آپس میں اللہ واسطے دوستی رکھتے ہیں۔ اسی خیال سے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور اسی خیال کو دل میں رکھتے ہُوئے جُدا ہوتے ہیں۔ اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے اور وہ شخص جس کو خوبیوں والی اور خوبصورت عورت نے دعوت دی۔ پھر اُس نے کہا۔ بیشک میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ شخص جس نے کوئی صدقہ دیا۔ پھر اسے چھپا کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کا بایاں نہیں جانتا۔ کہ اس کے دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو اتنا مضبوط ایمان نصیب فرمائے۔ کہ ایسے امتحان کے وقت میں اللہ تعالےٰ کے خوف کے باعث اپنے آپکو گناہ سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

سسکتے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں۔ گائے بھینس والے ان معصوم بچوں کو دودھ نہیں دیتے۔ جب اس دودھ سے چائے پئیں گے تو طبیعت میں سکون نہیں پیدا ہوگا۔ یہ دودھ حرام کا ہے طبیعت کا چین چھن جائے گا۔ ٹھیک اندھا ہو تو اس کو بارہ بجے دھوپ میں جاکر کھڑا کر دو اسے کچھ بھی دکھائی نہ دے گا۔ اللہ ہو کے پاک نام کی برکت سے بینائی حاصل ہوتی ہے ہادی کے توجہ دلانے سے ہی پتہ چلتا ہے۔

سنکھیا کو جو سنکھیا سمجھ کر کھائے تو وہ خودکشی کا مرتکب ہوگا۔ حرام موت مرے گا اور جہنم میں جائے گا۔ اور جس کو کسی شخص نے دودھ میں سنکھیا دیدیا اور بے خبری میں اس نے سنکھیا کھا لیا۔ تو وہ خودکشی کا مجرم تو نہیں ہے البتہ سنکھیا اپنا اثر ضرور دکھائے گا۔ اور، وہ مر جائے گا۔

اگر آپ اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔ تو اللہ ہو کی برکات کے انوار حاصل، ہونگے۔ ہادی کی دعا کی برکت سے یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ حرام کا مطلب یہ ہے کہ بکری چوری کی ہو۔ اندھا ہے تو خبر نہیں ہوگی۔ اگر بینا ہے تو بے چینی بڑھ جائے گی۔ جب تک کہ اس حرام کی خوراک کا فضلہ ہوکر نکل نہ جائے چین نہیں آئیگا۔ اللہ تعالےٰ اس طرف قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خود اپنا امتحان لیجئے کہ کبر ہے یا نکل گیا ہے۔ حسد ہے کہ نکل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اندھا کر کے زندہ نہ رکھے بلکہ بینا کر کے رکھے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

تجارت پیشہ حرام کھاتا ہے۔ ملازمت پیشہ حرام کھاتا ہے۔ دستکار حرام کھاتا ہے اسلام کی نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں یہ ہے۔

لایؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ
ما یحب لنفسہ ــــــ

ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

غرض جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ جب تمہارا دل چاہتا ہے کہ تمہیں بُرے
صفحہ ۴۴

اقوالِ زریں

کام کی باتیں

(از جناب شیخ عبدالحکیم صاحب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کی عادت رہی سدا لا یغیر اللہ ما بقوم
مگر بدلتی رہی ہیں قومیں عمل کی پاداش اپنی پاکر

اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ کفر و ضلالت کی افواج چاروں طرف سے انسانی اخلاق پر حملہ آور ہیں۔ ایک متلاشیِ صداقت کے لئے راہِ ہدایت پانا اور ایک با خدا زندگی بسر کرنا نہایت ہی دشوار امر ہے۔ با خدا انسان ہونا تو کجا کثیر حصہ انسانوں کا آج اخلاقِ فاضلہ سے بھی محروم نظر آتا ہے۔

قوموں کی تمام قسم کی ترقیوں کا دار و مدار خُلقِ انسانی پر ہے اور کوئی قوم بھی ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد اُن اخلاق فاضلہ کے حامل نہ ہوں۔ اور اپنے اندر وہ انسانی جوہر نہ رکھتے ہوں۔ جو تمام دنیا کے امنِ عامہ کے لئے اشد ضروری ہیں۔ اور انسانوں کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مذاہب کا پہلا فرض انسانی اخلاق کو سنوارنا تھا اور انسانوں کو با اخلاق اور با خدا انسان بنانا تھا۔ لیکن افسوس اس ہمارے زمانہ میں یہ مقصد دنیا سے کچھ ایسا اوجھل ہو چکا ہے کہ باوجود بے شمار مذاہب کے ہوتے ہوئے اکثر انسان ایک شتر بے مہار کی طرح زندگی کی چراگاہ میں تیز و تند رفتار سے چلے جا رہے ہیں۔ اور حقیقی انسانی خلقوں سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اور حقیقی مذہبی تعلیم کا جوا جو اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہے اپنی گردنوں سے اُتار چکے ہیں۔ بلکہ مذہب کے نام پر طرح طرح کے مظالم اور فسادات روا رکھے جاتے ہیں۔ اور ننگِ انسانیت افعال کا ارتکاب آئے دن سننے میں آتا ہے باوجود اس کے کہ آج اہل دنیا کو بڑی

پس بنی نوع انسان کی ہمدردی نے مجھے مجبور کیا۔ کہ انسانی خُلق کو بڑھانے کے لئے کچھ باتیں سہل الفاظ میں ایک جا جمع کر کے پیش کی جائیں جن سے ہر مذہب و ملت اور ہر طبقہ اور علم کے لوگ یکساں فائدہ اٹھا سکیں۔ اور عام زندگی کا معیار بلند کیا جائے۔ اور لوگوں کے اعمال ایسے رنگ میں ڈھالے جائیں جو ایک بہتر زندگی کا زیور ہیں۔ اور جن کے ظہور سے دنیا میں امن اور راستی پھیلتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

(مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ)

سورہ ابراہیم رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ مثال بات پاکیزہ کی مانند درخت پاکیزہ کے ہے جڑ اس کی محکم ہے اور شاخیں اس کی آسمان میں ہیں۔ دیتا ہے اپنے پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے۔

صداقت کی علامت ہی یہی ہے کہ اس کے اچھے اثرات دنیا مشاہدہ کرے اور چکھے ورنہ وہ اقوال جو انسانی اعمال کو سدھار نہ سکیں ہرگز صداقت نہیں کہلا سکتے۔ چاہے وہ کانوں کو کیسے ہی خوشگوار محسوس ہوں

۴۴
القاب سے کوئی نہ پکارے تو تم بھی کسی کو بُرے نام سے نہ پکارو۔ اگر زبان پاک ہو جائے تو انسان انسان بن جاتا ہے انسانیت کا پروگرام ہے قرآن اور اس سے روشناس کرانے والے ہیں علماء کرام اور رنگ چڑھانے والے ہیں صوفیائے عظام۔ علماء میں بھی یہ رنگ بغیر تربیت کے نہیں چڑھتا۔ مراقبہ میں بیٹھ کر سوچا کیجئے۔ اللہ کے فضل سے خود آپ کو معلوم ہوگا کہ میرے اندر وہ بیماری تو نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

مجلس ذکر: منعقدہ جمعرات ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ :-

عرض یہ ہے کہ یہ اجتماع ان احباب کے لئے ہے کہ جن کا مقصدِ حیات یہ ہے کہ رُوحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرکے دُنیا سے اللہ تعالےٰ رُخصت فرمائے اگر دُنیا میں ان رُوحانی بیماریوں کا علاج نہ ہوا تو قبر میں بھی بیماریاں ستائیں گی - جسمانی بیماریوں کا احساس تو بچّہ سے لے کر بُوڑھے تک سب کو ہوتا ہے - بچّے کے پیٹ میں درد ہو تو وہ اظہار نہیں کر سکتا - لیکن رونا ضرور ہے - روحانی بیماریوں کا ذکر قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہے - جس طرح ایک عام آدمی ڈاکٹر صاحب کی ڈسپنسری کے سامنے بیٹھے اور بوتلیں دیکھنے سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ دوا کس بیماری کا علاج ہے - اسی طرح روحانی بیماریوں کا نام تو آتا ہے لیکن تشخیص نہیں ہو سکتی اگر روحانی ہادی مل جائے، بیماری سمجھائے اور علاج بھی کرے تو اللہ تعالےٰ شفا عطا فرماتا ہے - اگر روحانی بیماریوں کا علاج دنیا میں ہوگیا تو خیر ورنہ یہ بیماریاں قبر میں تڑپائیں گی - حشر میں بھی ساتھ جائیں گی - اور جہنم میں پہنچائیں گی - اگر بفضلہٖ تعالیٰ ایمان بچ گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے جہنم سے نکل کر جنت میں داخلہ ہو گا -

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ کلیتہً شفا یاب ہو کر دنیا سے لے جائے - آمین -

اگر تھرمامیٹر ہو تو بیمار کو پتہ چلتا ہے کہ اب بخار کم ہو رہا ہے - لیکن روحانی بیماریوں کا پتہ انسان خود نہیں لگا سکتا - روحانی بیماریوں کے نشیب و فراز کہ شفا یاب ہوا ہے یا نہیں جب تک کامل نہ بتائے پتہ نہیں چلتا - جب احساس ہو جائے اور شفا کا پتہ بھی چل جائے تو انسان خوش ہوتا ہے - انسان غور کرے کہ میں شفا یاب ہوا ہوں یا نہیں - روحانی بیماریوں کا بھی نشیب و فراز ہوتا ہے - کبھی کم ہو جاتی ہیں اور کبھی بڑھ جاتی ہیں - کامل وہ ہوتا ہے جس کی اصلاح حال ہو جائے - اور وہ روحانی بیماریوں سے شفا پا جائے - اور پھر بگڑنے نہ پائے - تو اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرماتے ہیں -

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥

ترجمہ :- بیشک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اتریں گے ان پر فرشتے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور خوش رہو جنت میں جن کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا - رضائے مولا برہمہ اولیٰ -

اللہ تعالےٰ نے جس چیز کا حکم کیا ہے وہ کرے اور جس سے اللہ تعالےٰ منع کرے اس سے رک جائے - اور حق پر ڈٹ جائے - بیٹے، بھائی، برادری کا خیال نہ کرے اور ڈٹ جائے - روحانی بیماریوں سے شفایاب ہونا بڑا مشکل ہے - ہادی کامل اور طالب صادق ہو تو مہینوں کی بات نہیں عام طور پر سالہا سال میں شفا ہوتی ہے - اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہے - آنِ واحد میں بھی شفا عطا فرما سکتا ہے - ۲۶ کی ململ جلدی دُھل جاتی ہے - تھوڑا سا صابن لگایا اور کپڑا صاف ہو گیا - اور بعضے کھدر کے کپڑے دھوبی دو تین مرتبہ بھٹی پر چڑھاتا ہے - ایک، دو دفعہ میں میل نہیں نکلتی - تیسری چوتھی دفعہ صاف ہو جاتا ہے - عامۃ الناس میں بھی اسی طرح بعضوں کی اصلاح جلدی اور بعض کی سالہا سال کے بعد ہوتی ہے - کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کامل ہو گیا ہوں - قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ اِطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ٥

ترجمہ :- اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ کی ایک کنارے پر - پس اگر پہنچتی ہے اس کو بھلائی تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچتی ہے اس کو کوئی آزمائش تو اُلٹا پھر جاتا ہے اپنے رخ پر نقصان اٹھاتا ہے دنیا اور آخرت کا یہی ہے وہ خسارہ صریح -

بعض ایسے بدبخت لاہور میں موجود ہیں - بعیت کی نماز پڑھنی شروع کی - ماں نے کہا کہ نماز پڑھنے سے روزی تنگ ہو گئی (نعوذ باللہ) ہمیں نماز نہیں پھبتی پہلے حرام کا مال لاتے تھے - ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ اور ساڑھے تین سو روپیہ رشوت بھی لاتے تھے - دودھ، لسی، مکھن وغیرہ کسی چیز کی کمی نہ تھی - ہادی نے توبہ کرائی تو ساڑھے چار سو سے ڈیڑھ سو روپے رہ گئے - پہلے کی طرح نہ بھینس رہی نہ ملائی اور نہ دودھ رہا اور نہ مکھن رہا - شیطان کہتا ہے کہ خدا کا نام لیا تو تنگدستی مسلّط ہو گئی - نعوذ باللہ اصل چیز یہ ہے کہ خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ ہادی نے دوزخ سے بچا لیا - حرام کا دودھ، مکھن سب جہنم کا ایندھن بن رہا تھا - اے اللہ تیرا شکر ہے دال روٹی دے رہی رہا ہے -

روحانی بیماریوں سے شفا پانے کے بعد بھی خطرہ ہوتا ہے - جیسے بخار ہوا، علاج کیا - آرام آگیا - بد پرہیزی کی پھر بخار ہو گیا - اسی طرح روحانی بیماریوں میں بھی شفا ہو جاتی ہے - اللہ اللہ کرنے سے دل میں سکون رہتا ہے - چوری کی بکری کا گوشت کھایا - حرام کے گھی کے پراٹھے کھائے تو طبیعت بگڑ گئی - مرتے دم تک خطرہ رہتا ہے - غافل ہو جائیں گے تو شیطان بد پرہیزی کرائے گا - اللہ تعالےٰ شفا عطا فرمائے اور بد پرہیزی سے بچائے -

جو لوگ کچے ہیں ان کو پتہ نہیں چلتا یہ کامل ہی بتاتا ہے - اگر آپ حلال طیّب کھائیں گے تو طبیعت میں سکون ہو گا اور نماز میں اطمینان اور حرام کا مال کھا کر آئیں گے تو طبیعت سے ذکرِ الٰہی کا سکون سلب ہو جائے گا -

لاہور میں بہت سی چیزیں بظاہر حلال حقیقت میں حرام ہوتی ہیں - جیسے چوری کی بکری اور گائے بھینس کے بچے ،

الاستفتاء

(ازجناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور)

سوال: استنجا بالاحجار (پیشاب و پائخانہ کے بعد ڈھیلہ استعمال کرنے) پر عقلاً و نقلاً روشنی ڈالیں تاکہ ہمارے نو تعلیم یافتہ حضرات کا مغالطہ دور ہو۔ (عبدالمنان ملتان چھاؤنی)

الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

استنجا بالاحجار کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو پاخانہ کے بعد اور ایک صرف پیشاب کے بعد۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے اکثر استنجا بالاحجار کیا ہے۔ اس لئے اس کے سنت ہونے سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اور پانی سے افضل ہونا اور دونوں کو جمع کرنا زیادہ فضیلت کا سبب ہونا ظاہر بات ہے۔

دراصل مٹی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنا پاک کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ناپاکی کو کم کرنے کے لئے ہے۔ اگر ناپاکی ایک روپیہ کے برابر سوراخ سے باہر ہوگی تو پھر بغیر پانی کے استنجا کے نماز نہ ہوگی۔ پانی نہ ہونے میں یا سستی کرنے میں کم نجاست کو اور کم کر دیا جائے تو وہ کافی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کوئی عدد حنفیہ کے یہاں مقرر نہیں جس سے بھی صفائی ہو جائے کافی ہے۔ اور بغیر پانی کے استنجا کئے اگر پانی میں کوئی بیٹھ جائے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ کیونکہ پاک ہونا تو پانی سے ہوتا ہے۔ یہ کم کرنا ہے۔

عقلی بات اور نظافت کی بات ہے کہ ناپاکی کو اول ہاتھ سے نہ ملا جائے بلکہ پہلے اسے کسی اور چیز سے کم کر دیا جائے پھر پانی اور ہاتھ سے مل کر دھویا جائے لطیف طبیعت زیادہ ناپاکی کو پانی میں ڈال کر ملنے سے خود انکار کرتی ہے معلوم نہیں جدید تہذیب نجاست کو ہاتھ سے ملنا کیوں پسند کرتی ہے۔ اور مٹی وغیرہ سے پہلے کم کرکے پھر دھونا پسند کیوں نہیں کرتی۔ ایسی لطافت اور نظافت جو اسلام کے طریقے میں ہے دنیا بھر میں کہیں نہیں ملے گی۔ مگر معلوم نہیں کیوں اس نظافت سے لوگ گھبراتے اور ہاتھ سے ملنے کو نظافت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر اور چیز پر ناپاکی لگی ہو تو پہلے اس کو لکڑی وغیرہ سے کھرچ کر پھر دھونا نظافت اور لطافت سمجھتے ہیں لیکن یہاں وہ نظافت و لطافت مزاج معلوم نہیں کہاں چلی جاتی ہے۔

اور صرف پیشاب کے بعد چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ پیشاب سے خوب بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے اسکا بہت اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کل مثانے کمزور ہیں۔ اور پیشاب کے بعد بھی قطرہ آجاتا ہے۔ اس لئے دیر تک مٹی سے سکھانا ضروری ہے۔ ورنہ قطرہ سے کپڑے بھی ناپاک ہوں گے۔ اور جب پسینہ وغیرہ سے کپڑا تر ہوگا وہ ناپاکی آگے بڑھے گی۔ نئی تہذیب والے بھی عجیب لوگ ہیں کہ کپڑوں میں پیشاب کے قطرے لگتے رہیں اور پھر ان کو بھیگے ہاتھ لگیں اور انہی ہاتھوں سے کھاتے پیتے رہیں ذرا اس گندگی پر غور تو کرکے دیکھئے۔ کیا یہی نظافت ہے۔ کیا یہی مزاج کی نظافت ہے۔ اگر استنجا بالاحجار سنت بھی نہ ہوتا۔ تو بھی اس گندگی سے بچنے کے لئے لطیف المزاج آدمی کو اپنا معمول بنانا چاہیئے تھا اور اب معمول بنانے سے نظافت بھی ہے اور ثواب بھی۔ واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی

سوال: آج کل موجودہ زمانہ میں عام لوگوں میں معمے حل کرنے کا بڑا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً شمع معمہ، نقاد معمہ اور کئی قسموں کے چھوٹے چھوٹے معمے نکل پڑے ہیں۔ اور یہ حل کرنے والے حضرات دن رات ایک کرکے اسی شوق میں پڑے رہتے ہیں روٹی کھانے کا ٹائم بھی بڑی مشکل سے نکالتے ہیں۔ یہ لوگ کامیاب ہو جانے پر جو رقم ۵۰۰ یا ۵ ہزار یا ۱۰ ہزار روپیہ حاصل کرتے ہیں، عندالشرع یہ رقم خانگی امور مثلاً مکان بنوانا، شادی بیاہ کرنا، دکان داری کرنا، وغیرہ وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے۔ (عبدالخالق میانوالی)

الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

غور کرنے کی بات ہے کہ یہ معمے بازی جو آج کل اخبارات و رسائل میں چل رہی ہے اس کی تہ میں کیا کیا ہے۔ کہنے کو تو لوگ، دھوکہ دینے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ ایک علمی مشغلہ ہے۔ اور زبان کی ترویج ہے لفظوں کی دنیا میں ذہنی دوڑ لگائی ہے۔ اس پر انعام دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر صرف یہ ہوتا کہ معمے واقعی معمی مشکل الحل ہوتا اور اس میں ذہنی ورزش کی دعوت دیجاتی اور کامیاب کو انعام دیا جاتا تو گو وہ کوئی دین کا کام نہ ہوتا مگر گناہ بھی نہ ہوتا۔ افسوس یہ ہے کہ یہاں ایسا نہیں کوئی سوال ایسا نہیں ہے جس کا جواب مشکل ہو بلکہ کوئی ایسا نہیں ہوتا۔ کہ اس کا جواب دو تین لفظوں سے زائد کا احتمال رکھتا ہو۔ چنانچہ بعض لوگ جواب کی آسانی کے لئے اس کو بھی شائع کر دیتے ہیں پھر یہ نہیں کہ صحیح لفظ عبارت سے زیادہ مناسبت رکھنے والا مانا جائے بلکہ وہ لفظ صحیح مانا جاتا ہے۔ جو سربمہر لفافہ کے مطابق ہو۔ اور اس کی مطابقت محض اتفاقی بات ہے۔ کسی کی کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتی تو ذہنی ورزش کہنا غلط ہے۔ چنانچہ بعض لوگ احتیاطاً جسقدر۔ احتمالات عقلاً ممکن ہوتے ہیں سب ہی لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی تو مطابق ہو ہی جائے گا۔ بتائیے اس اتفاقی مطابقت کو علمی کوشش کہنا کیسے ممکن ہے

اگر فیس نہ لی جاتی تو اس وقت کامیاب کو اپنے پاس سے دینا ہوتا تو وہ انعام کہلا سکتا تھا۔ اب یہ ہے کہ چھ لاکھ روپیہ فیس کا آگیا۔ اسمیں سے ایک لاکھ روپیہ آئندہ پھانسنے کے لئے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا یا پچاس ہزار میں سے اک ہزار دیدیا وغیرہ

وہ جو عام طور سے اور جُوے کھیلے جاتے ہیں ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ ہر شخص کچھ کچھ جمع کرتا رہتا ہے۔ اور تھوڑا سا کام بھی کرتا ہے۔ پھر جو کامیاب ہوتا ہے وہ سب لے جاتا ہے۔ دوسرے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ بار بار مدتوں ناکام ہی ہوتے رہتے ہیں۔ اور نقصان پر نقصان اٹھاتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کو ایک پائی تک نہیں ملتی۔ مگر حرص و ہوس میں امید لگی رہتی ہے۔ جس سے ساری عمر یہ بیماری لگ جاتی ہے۔ اور آمدنی جو گھر کے خرچ کو کافی نہ ہوتی تھی۔ اس میں سے یہ ہر بار کی رقم نکل کر معاشرتی ناسور بنی رہتی ہے۔ اسی طرح آپ معموں میں بھی بعینہٖ یہی صورت دیکھیں گے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمی ایسے ملیں گے بلکہ عجیب

تہیں لاکھوں تک مل جاتیں جو اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ بچوں کا پیٹ کاٹ کاٹ کر معمّوں کی فیسیں جمع کراتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کے جوابات غلط نکل آتے ہیں۔ اور پریشانیوں میں اور پریشانیوں کا اضافہ کرتے ہیں۔

جُوا ہے کیا چیز؟ صرف یہی ہے کہ رقم اسطرح دی جائیں کہ یا اس سے بالکل محروم ہوں یا اس سے کئی گنا وصول ہو۔ ہر جوے، سٹہ، لاٹری، فلش، ریس وغیرہ میں یہی ہوتا ہے۔ وہ سب حرام ہیں۔ یہی حال معمّے کا ہے۔ یہ بھی وہی جوا ہے اور بالکل حرام۔ اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ اور اس کا ہر کام بھی حرام، لیکن حیرت یہ ہے کہ ہمارے دماغوں پر یورپ اس قدر مسلّط ہوگیا اور اس قدر غلام ذہنیت بناکر چھوڑ گیا ہے کہ اب یورپ سے آنے والی کسی بات کا عیب بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ عیب بتانے والوں میں عیب نظر آنے لگتا ہے۔ یہی صورت جب ہندو، سکھ کرتے تھے یا آج اوباش لوگ چند پیسوں میں کر لیتے ہیں تو سب لوگ اس کو حرام، معاشرہ کا زہر، قوم کی تباہ کاری، بے ایمانی، گندہ ذہنیت اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اور پولیس ان کے پیچھے پھرتی ہے۔ اور ہے بھی درست، مگر جو جوے یورپ سے آرہے ہیں۔ ان کے متعلق کوئی یہ بھی کہہ دے کہ یہ جوا بھی حرام ہے۔ گناہ ہے، عذاب کا سبب ہے۔ تو لوگ آج سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ آخر یہ کیا بوالعجبی ہے اور آخر کب تک ہم یورپ کے جال میں اسی طرح پھنسے رہیں گے۔ ذرا سوچئے۔ غور کیجئے۔ حقیقت کو سمجھئے۔ لوگوں کے بیوقوف بنانے میں نہ آئیے۔ واللہ اعلم۔

جمیل احمد تھانوی۔

بقیہ اقوالِ زرّیں صفحہ ۱۰ سے آگے

الغرض پاکیزہ کلام اپنے اثرات میں بھی پاکیزہ ہے۔ اور اپنے پھل سے ہمیشہ انسان کو متمتع کرتا ہے۔

مجھے یقین ہے ہر وہ انسان جو ان باتوں کو اپنا دستور العمل بنائے گا۔ اس کی تمام زندگی نہایت ہی شاندار اور پاکیزہ گزرے گی اور وہ دیکھے گا کہ وہ ایک قسم کی جنّت اس دُنیا میں پالیگا۔ اور انسانیت کے لئے باعثِ صد فخر زندگی بسر کرے گا۔ اور حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار ہوگا۔

۱- انسان خُدا کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ دُنیا کی ہر شئے اُسی کا راگ گا رہی ہے۔

۲- خدا کے ساتھ کسی شئے کو شریک یا ساجھی ٹھہرانے سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت یہ وہ گناہ ہے جو بخشا نہیں جائے گا۔

۳- اپنی تمام حاجتیں خدا سے مانگو۔ کیونکہ وہی رب الاسباب ہے۔ وہ سب کی حاجت براری کرتا ہے۔

۴- سوائے خدا کے کسی دوسرے کے آگے اپنی حاجتوں اور کمزوریوں کا اظہار کرنا اپنی آبرو کھونا ہے۔

۵- سود اور دوسرے ناجائز ذریعوں سے روپیہ کمانا یا بڑھانا فطرت کے خلاف گناہ اور خُدا کے مقابل سینہ زوری ہے۔

۶- عاقل وہ نہیں جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ بلکہ وہ ہے جو دو برائیوں میں امتیاز کرسکے۔ کہ کون آسان تر ہے۔

۷- شریف جب بُھوکا ہو اور رذیل جب پیٹ بھرے تو مقابلہ کرتا ہے۔ اس لئے شریف کو بُھوکا نہ رکھو اور رذیل کو قابو میں رکھو۔

۸- بیزاری جھوٹا خُلق ہے۔ جانور جب تک بوجھ اُٹھائے۔ بیوی جب تک حسن سلوک سے رہے۔ اور دوست جب تک راز فاش نہ کرے۔ ان سے بیزار نہیں ہونا چاہیئے۔

۹- سب سے بڑا بہادر وہ ہے۔ جو علم سے اپنی جہالت پر غالب آجائے۔

۱۰- سب سے بڑا سخی وہ ہے۔ جو اپنی دُنیا کو دین کی بہتری میں صرف کرے۔

۱۱- اس زمانہ میں سچّا مومن وہ ہے جو دین کو دُنیا پر مقدم کرے۔

۱۲- ایک ہزار نالائقوں کی موت سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا ایک نالائق کے صاحب اختیار ہوجانے سے

۱۳- مصیبت کے دنوں میں ایّامِ مسرت کی یاد سے بڑھ کر اور کوئی غم نہیں۔

۱۴- غیب جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں پانچ ہیں۔

(۱) قیامت کا علم
(۲) بارش کب اور کہاں ہوگی
(۳) عورت کے پیٹ میں کیا ہے۔
(۴) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔
(۵) کسی کو خبر نہیں کہ وہ کس سرزمین

بقیہ عید قرباں صفحہ ۱۹

رشتہ دار گزر گئے ہیں اُن کی طرف سے بھی قربانی دے دے۔ تاکہ ان کی رُوح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کی طرف سے اپنے ماں باپ بھائی بہن یا بیوی کی طرف سے اور اگر خدا نخواستہ ان کی طرف سے قربانی دینے کو دل نہ چاہے تو پھر اپنی طرف سے ضرور دے دے۔ کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے غنی اور مالدار ہوتے ہوئے پھر بھی اگر قربانی نہ دے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی اور گناہ رہا الگ۔ خدا ہم سب کو زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

جہاد کی ضرورت

مرسلہ م۔ س۔ چغتائی ۔۔۔۔۔ منٹگمری

غزوۂ بدر تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسلام ایک جنگی مذہب نہ تھا۔ لفظ اسلام کا مادہ مسلم ہے۔ جس کا مطلب صلح ہے جو مذہب پیغام صلح و سلامتی لے کر آیا ہو وہ جنگ کی تعلیم کیونکر دے سکتا تھا۔ اسی لئے کامل تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں نبی کریم نے کفار کے انتہائی مظالم کا مقابلہ صبر و سکون سے کیا اور اُف تک نہ کی۔ آپ کے قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ مگر آپ نے بد دعا تک نہ کی۔ اور آخرکار مسلمان اپنے املاک اور وطن کو خیرباد کہہ کر دیارِ غیر میں پناہ گزین ہوئے۔ مگر یہاں بھی انہیں چین نہ لینے دیا گیا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ اگر مسلمان جنگ نہ کرتے تو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور اہلِ دنیا کو توحید کا پیغام سنانے والا کوئی نہ رہتا۔ اسی لئے تیرہ برس تک صبر کرنے اور ظلم و ستم سہنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو مدافعانہ جنگ لڑنے کا حکم دے دیا۔

جنگ بدر پہلی جنگ تھی۔ جس میں مسلمانوں نے تلوار چلائی۔ اس میں مسلمان خود مخالفین پر حملہ آور نہ ہوئے بلکہ قریشِ مکہ رسولِ خدا اور اسلام کے بدترین دشمن ابوجہل کی قیادت میں آئے اور مسلمانوں نے حفاظتِ خود اختیاری میں ان کا مقابلہ کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جنگ میں دلاورانِ اسلام نے تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ مخالفین کے چھکے چھوٹ گئے۔ قرآن مجید کی سورۂ حج کی وہ آیات جن کی رو سے اللہ نے مسلمانوں کو بدر میں قریش مکہ کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرُ ۙ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہ (سورہ حج)

ترجمہ:۔ جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ لوگ بلا سبب اپنے وطن سے اس لئے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جہاد وہ جنگ ہے جس میں ان ستمرو۔ سرکش۔ طاقتور اور جابر حکام کا مقابلہ کیا جاوے۔ جو کمزور اور بے بس انسانوں پر اختلاف مذہب کی بنا پر ظلم ڈھائیں تاکہ فتنہ فرو ہو جائے۔ اور لوگ امن و امان کی زندگی بسر کر سکیں۔

بدر کی جنگ میں عورتوں کا کردار

اس پہلے جہاد میں عورتوں نے بھی مردوں کے دوش بدوش حصہ لیا۔ رضا کار عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور سپاہیوں کو پانی پلانے کے علاوہ میدان جنگ میں گرے ہوئے دشمنوں کے تیروں کو جمع کر کے مسلم تیراندازوں کو دینے کی خطرناک خدمت بھی انجام دیتی تھیں۔

خونریزی سے گریز:۔ اگرچہ رحمت عالم نے مجبوراً تلوار اٹھائی تھی لیکن پھر بھی میدان قتال میں مجاہدینِ اسلام کو تاکید تھی کہ عورتوں بچوں۔ بوڑھوں اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والے نوکروں اور غلاموں پر ہاتھ نہ اٹھائیں اسی جنگ بدر کے موقع پر قرآن میں احکام ربّانی نازل ہوئے۔ وَاضْرِبُوْا مِنْہُمْ کُلَّ بَنَانٍ (یعنی ان کے جوڑوں پر مارو) دشمن کو لڑنے کے ناقابل بنا دینے اور ساتھ ہی خونریزی کو گھٹانے کی اس سے بہتر ہدایت کسی دست بدست لڑائی کے لئے نہیں دی جا سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مجبوراً لڑنے کے لئے نکلے۔ اور ان کا مقصد بنی نوع انسان کو کم از کم جانی نقصان پہنچا کر مخالفین کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنا تھا۔ اور ان کی ہردم یہ خواہش رہی کہ مخالفین راہ حق کو پہچان لیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کردار کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے اوراق قاصر ہیں۔

اسلام کیلئے جذبہ ایثار۔ غزوہ بدر میں اکثر مسلمانوں کو اپنے قریبی عزیزوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ لیکن وہ لوگ اسلام کے اس قدر شیدائی تھے کہ وہ انہیں ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی تلوار اپنے مشرک ماموں کے خون سے رنگین ہوئی۔ خدیفہ کو اپنے باپ عتبہ کے مقابلے میں آنا پڑا۔ حضرت ابوبکرؓ کی تلوار اپنے فرزند عبدالرحمٰن کے خلاف نیام سے نکلی۔ اسلام کی محبت میں انہیں اپنے خونی رشتہ داروں سے کوئی انس نہ تھا۔

قبول اسلام کے بعد ایک روز عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے کہ بدر میں کئی بار آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے ہاتھ روک لیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں تمہیں کبھی زندہ نہ چھوڑتا۔

غیر مسلم عورت کا کردار۔ جنگ اُحد میں ہندہ کے ایما پر وحشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ شہادت کے بعد ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی ناک اور کان کاٹ کر ہار بنایا۔ اور گلے میں پہنا۔ آپ کا پیٹ چاک کیا۔ جگر نکال کر چبایا۔ اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اس کے بعد ایک پہاڑی پر چڑھ کر چند اشعار، پڑھے کہ آج بدر کی ذلت کا بدلہ لے لیا گیا ہے۔

مسلم عورت کا کردار۔ حضرت صفیہ رسول خدا کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن تھیں۔ آپ نے ان کے فرزند زبیر کو کہہ دیا تھا کہ صفیہ بھائی کی لاش پر نہ جانے پائیں۔ یہ معلوم کر کے حضرت صفیہ نے کہا۔ کہ میں رونے اور نوحہ کرنے نہیں آئی۔ صرف لاش دیکھوں گی۔ اور دعائے مغفرت کروں گی۔ راہِ خدا میں اس سے بڑھ کر کیا قربانی ہو سکتی ہے۔ اس پر رسولِ خدا نے اجازت دے دی۔ بھائی کی لاش اور بریدہ اعضا دیکھ کر دل کا جو عالم ہوا خدا جانتا ہے مگر اناللہ وانا الیہ راجعون کے سوا ان کی زبان سے اور کچھ نہ نکلا۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ مصائب و آلام کی شدت میں بھی مسلمان خاتون کا دماغی توازن برقرار رہتا ہے

یہ عقیدتِ رسول کا وہ انتہائی، مقام تھا جس پر صحابہ فائز تھے۔ اور یہی جذبہ باوجود بے سر و سامانی کے اسلام کی کامیابی و کامرانی کا سبب بنا۔

یا الہٰی آج بھی مسلمانوں میں ایسا ہی جوش پیدا کر۔ آمین۔

(ماخوذ از تاریخ اسلام)

ذکرِ الٰہی

(از جناب محمدؐ شفیع عمر الدین صاحب سجاول)

سلسلہ کے لئے دیکھیں خدام الدین ۱۳ - جون ۱۹۵۸ء

(۲۷)

ذکر الٰہی کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اجرِ عظیم ہے

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:-

(اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا) الاحزاب - آیت ۳۵

ترجمہ بے شک اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں، اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں اور فرمانبردار مردوں اور فرمانبردار عورتوں اور سچے مردوں اور سچی عورتوں اور صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں اور عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں اور خیرات کرنے والے مردوں اور خیرات کرنے والی عورتوں اور روزہ رکھنے والے مردوں اور روزہ رکھنے والی عورتوں اور پاکدامن مردوں اور پاکدامن عورتوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(مولانا احمد علی صاحب)

شانِ نزول

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی نے کہا تھا کہ قرآن میں سب ذکر ہے مردوں کا، عورتوں کا کہیں نہیں۔ اس پر یہ آیت اُتری نیک عورتوں کی خاطر کو نہیں تو حکم جو مردوں پر کہا سو عورتوں پر بھی آیا۔ ہر بار جُدا کہنے کی حاجت نہیں۔ (موضح القرآن)

الحاصل اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ایماندار مردوں اور عورتوں کے ذیل کے اوصاف بیان فرمائے۔ اور ان اوصافِ حمیدہ کے اپنانے والوں کے لئے اپنی بخشش اور جنت کا وعدہ فرمایا:-

پہلی وصف - مسلمان ہونا - یعنی کلمہ توحید اور رسالت کا اقرار دل و زبان سے کرنا۔ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے کے بعد دین اسلام کا شیدائی بن کر اللہ تعالیٰ کے سب حکموں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع احکامات کو بلا چون و چرا مان کر اُن پر عمل کرنا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرکے اس بات کا عہد کیا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملے گا۔ اس کو بلا شرط اور بلا چون و چرا آمنا و صدقنا۔ کہوں گا۔ اس پر عمل کرونگا۔ اس میں کسی قسم کا تردد و شک ہرگز نہ کرونگا۔ اور بے معنیٰ حیلے بہانے تراش کر ان احکام کو نہ ٹالوں گا۔ میرے مسلم بھائی "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز پڑھنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔" (مشکوٰۃ)

اگر ہم ان ارکان کو بھی مضبوطی سے نہ پکڑے رکھیں تو کس منہ سے مسلمانی کا دعوے کرنے میں حق بجانب ہیں۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا۔ " لَآ اِلٰهَ (کوئی معبود نہیں) میں نفی اس اِلٰہ کی ہے جس کی طرف طبعی رجحان ہے۔ اِلَّا اللّٰهُ (سوائے اللہ کے) میں معبودِ حق جل جلالہٗ کا اثبات ہے۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے یہ مراد ہے کہ خود کو مقام فاتبعونی پر لے جائے۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تابعداری کرے۔"

(نفحات الانس جامیؒ)

دوسرا وصف - ایماندار ہونا - مسلمان ہونے کے بعد اللہ کا بندہ آگے بڑھتا ہے۔ اسلام کے احکام سیکھتا رہتا ہے۔ اور اُن پر عمل کرتا رہتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ " ایمان یہ ہے تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر، قیامت کے دن پر، تقدیر کی بھلائی پر (یقین و) ایمان رکھ۔"

(مشکوٰۃ حدیث جبرائیل)

" مومن تو وہ ہوتے ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں پھر شک و شبہ نہ کریں۔ اور مالوں سے اور اپنی جانوں سے راہ خُدا میں جہاد کرتے رہیں۔ وُہی سچے (مسلمان) ہیں۔

(الحجرات آیت ۱۵)

(حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانی رح) یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے۔ کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔"

(حاشیہ حضرت مولانا احمد علی صاحب)

" کامل مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی ہر بات کو تہ دل سے تسلیم کریں اور پھر اس میں کبھی شک نہ لائیں۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔"

حدیث - " ایمان کی کچھ اُوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ اور حیا (بھی) ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (بخاری شریف)

الحاصل مومن حیاء دار ہوتا ہے اور بے حیا نہیں ہوسکتا۔ حیاء کی وجہ سے گناہوں سے رُکا رہتا ہے۔ اور شرعی احکام کا پابند رہتا ہے۔

مومن دوسرے سب ایمانداروں کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ ان کی خیر خواہی ہر حال میں کرتا ہے۔ حقوق العباد بھی پوری تندہی سے ادا کرتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ " تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔"

(بخاری شریف)

تیسرا وصف - " فرمانبردار ہونا" جب ایک انسان اسلام اور ایمان کی نعمتوں سے اپنے ظاہر اور باطن کو سنوارتا ہے۔ تو احکام الٰہی اور احکام رسول کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بن جاتا ہے۔ اطیعو اللہ

باقی صـ۱۵ پر

خطبہ عیدِ قربان

فیروز سنز ٹرسٹ (وقف خیریہ) نے اسلامی فکر وثقافت اور تصورات کی اشاعت وتبلیغ کے سلسلے میں خطبات کی اشاعت کا مستقل شعبہ قائم کیا ہے۔ تاکہ ہر ہفتہ آئمہ مساجد اور خطیب حضرات کو حالات حاضرہ کی ضرورتوں کے مطابق خطبہ مرتب کر کے بھیجا جا سکے۔ جس سے وہ عامۃ المسلمین کو دینی اور دنیوی ضرورتوں سے آگاہ کر سکیں۔ اور جمعہ کے اجتماع اور مساجد کو اسلامی معاشرہ میں ان کا صحیح مقام دلا سکیں۔ خطبہ عید قربان اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ (۹ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ سُبْحَانَ الَّذِیْ جَعَلَ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَجَعَلَ الْحَرَامَ اٰمِنًا لَّهُمْ مِّنْ كُلِّ شَرٍّ وَّطُغْيَانٍ ـــــ سُبْحَانَ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَجَّ مُطَهِّرًا مِّنَ الذُّنُوْبِ وَدَافِعًا لِّلْكُرُوْبِ ○ وَوَعَدَ لِلْحُجَّاجِ وَالْمُعْتَمِرِيْنَ بِدَارِ الْجِنَانِ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ ○ ـــــ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ ۔ وَضَعَ لِلنَّاسِ اَوَّلَ بَيْتٍ وَّجَعَلَهٗ مُبَارَكًا وَّ اٰمِنًا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ ○

وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَعَلٰى سَآئِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَاسِيَّمَا سَيِّدِنَا اِسْمٰعِيْلَ ذَبِيْحِ اللّٰهِ وَسَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بھائیو اور دوستو! خلوصِ قلب سے اللہ کو پکارو اور اس بات کو سمجھو کہ آج ہم عید قربان کی تقریب پر جمع ہوئے ہیں ـــــ یہ عید (عید الاضحی) اس عظیم الشان پیغمبر کی یادگار ہے جس کی زندگی قربانی کی تصویر تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آج سے قریباً چار ہزار سال پہلے ملک بابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کا باپ آذر بُت گر تھا۔ آپ کی قوم نمرود کی پجاری تھی۔ نمرود نے اپنا بُت سونے کا بنوا کر مندر میں رکھ دیا تھا تاکہ لوگ اس کو سجدے کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صدائے حق یہ تھی کہ صرف خدائے واحد کے سامنے جھک جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو دعوت دی لیکن جب، وہ اللہ کا دشمن بن کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے باپ جیسے شفیق رشتے کو قربان کر دیا اور خدا کو چن لیا ـــــ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی۔ آپ مندر میں داخل ہو گئے اور بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ لیکن جاہل قوم کی آنکھیں نہ کھلیں ـــــ جب قوم نے خدا سے منہ موڑ لیا اور نمرود کی بندگی پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا :-

اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○

میں تمہارے شرک سے بری ہوں

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس پہنچے اور صدائے حق بلند کی۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ (کفر حیران و پریشان ہو کر رہ گیا) نمرود آپ کی صدائے حق کی تاب نہ لا کر آپے سے باہر ہو گیا۔ ہر طرف سے

اُقْتُلُوْهُ وَ حَرِّقُوْهُ ۔

اسے قتل کر دو اور جلا دو

کی صدائیں بلند ہوئیں ـــــ آگ کا الاؤ تیار کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی بے دردی سے اس میں پھینک دیئے گئے۔ اس وقت زمین و آسمان پر سناٹا چھا گیا۔ ایک طرف آگ کا خرمن تھا، دوسری طرف ایمان کی بجلی تھی، اور کائنات فیصلے کی منتظر تھی کہ کون کس پر غالب آتا ہے؟

ابھی آنکھ بھی نہ جھپکی تھی کہ خالقِ کل کی طرف سے :

یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔

اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیمؑ پر سلام ہو۔

ایمان نے فتح پائی مگر غافل قوم کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ چھوڑا۔ قوم چھوڑی

بقیہ ذکر الٰہی صفحہ ۱۴ سے آگے

و اطیعوا الرسول سے سرمو جتنا بھی تجاوز نہیں کرتا۔

حدیث ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ میری کل اُمّت جنّت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص نہیں جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے میرا انکار کیا۔ (بخاری۔ کتاب الاعتصام)

حدیث ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک پُورا مومن نہیں ہوتا، جب تک کہ اُس کی خواہشات اس چیز کی تابع نہیں ہوتیں جس کو میں (خدا کی طرف سے) لایا ہوں۔ (یعنی دین اور شریعت)
(مشکوٰۃ شریف)

چوتھا وصف سچا ہونا ۔ جھوٹ کی گندگی سے زبان کو آلودہ نہ کرنا بڑی اچھی صفت ہے۔ زبان کی بڑی حفاظت کرنی چاہیئے۔ کہ ایک کلمہ بھی جھوٹا مُنہ سے نہ نکلے۔

حدیث ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ بولنا اختیار کرو۔ اس لئے کہ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنّت میں لے جاتی ہے۔ اور جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور بچو تم جھوٹ سے اس لئے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور فسق و فجور دوزخ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاں کذاب (جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔
(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

مذاق کے طور پر بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیئے۔ حدیث میں وارد ہے۔ "افسوس

باقی صہ ۱۶ پر

حکومت کو دشمن بنایا۔ اپنی زندگی کو خطرات میں ڈالا۔ صرف اس لئے کہ اللہ کی عبادت ہو۔ غیر اللہ کی پوجا ختم ہو جائے۔ لیکن جب بے حس قوم نے سب کچھ دیکھ کر بھی آنکھیں بند کرلیں تو آپ نے وطن کی سرزمین کو الوداع کہہ دیا اور

اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلَی اللّٰهِ۔

میں اللہ کی طرف ہجرت کرتا ہوں

کہہ کر بابل سے ہجرت کر گئے۔

حضرت ابراہیمؑ بابل سے روانہ ہو کر جگہ بہ جگہ پیغام حق پہنچاتے ہوئے مصر میں پہنچے تو اخیون نامی بادشاہ مصر نے آپ کی بہت عزت کی اور انہیں اپنی بیٹی ہاجرہ بیاہ دی ـــــ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب یہ جوان ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ صبح آپ نے بیٹے سے فرمایا:-

یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیری رائے کیا ہے؟

پاکباز باپ کے سرفروش بیٹے نے جواب دیا:-

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ○

ابا جان! آپ حکم خدا کی تعمیل کریں۔ بفضل خدا مجھے صابر پائیں گے۔

اب باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا ـــــ اور پھر وہی تلوار اٹھائی جو اس سے پہلے اللہ کے لئے باپ، قوم، خاندان اور وطن کے رشتوں کو ایک ایک کرکے کاٹ چکی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ اسی طرح اولاد کی گردن بھی کاٹیں اور دونوں طرف کے رشتوں کو تلوار کے حوالہ کرکے کائنات عالم میں ـــــ مقام ابراہیم کا ڈنکا بجائیں لیکن خدا کی رحمت نے پیش قدمی کی اور ارض و سما میں

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔

تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا

کے نقارے بج گئے۔

وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ○ ـــــ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ○

اور ہم نے ذبح عظیم کا فدیہ دیا ـــ ـــ ـــ اور ہم نے اسے آگے آنیوالوں کے لئے قائم رکھا

اعلان کر دیا گیا۔

عید الاضحٰی کی موجودہ قربانیاں اسی واقعۂ عظیم کی یادگار ہیں۔

برادرانِ اسلام! نماز عید کے بعد آپ جس فرض کو ادا کریں گے وہ قربانی ہے ـــــ قربانی ہر آزاد اور صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جانور تندرست اور بے عیب ہونا چاہیئے۔ کھال اس کو دی جائے جو زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو۔ تہائی (⅓) گوشت خیرات کیا جائے۔ تہائی (⅓) احباب میں تقسیم کیا جائے اور تہائی (⅓) اپنے کام میں لایا جائے۔ ذوالحجہ کی ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ تین دن قربانی کرسکتے ہیں ـــــ یہ ہے قربانی کی ظاہری صورت مگر اس کی روح کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج کے پانچویں رکوع میں اس طرح اشارہ کیا ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں تو اس تقویٰ کی قدر و قیمت ہے ـــــ (جو قربانی کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے)

قربانی اس لئے ہے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو ـــــ نام و نمود اور دکھاوا اس روح کو ختم کر دیتا ہے۔ قربانی یہ سبق سکھاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں ہم بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنی ہر عزیز چیز قربان کرنے کو تیار ہو جائیں ـــــ ہمارا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت ہم جذبات ابراہیمی سے سرشار ہوں اور تقویٰ ہمارا مقصود و مطلوب ہو۔

احکام الٰہی کی تعمیل میں اولاد، مال، اعزہ و اقارب، دنیا کی تجارت اور کسی دوسری چیز کو روک نہ بننے دیں۔ اللہ کے لئے سب کچھ قربان کرنے پر ہر وقت تیار رہیں۔

(اب امام صاحب تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائیں)

بقیہ ذکر الٰہی صفحہ ۱۵ سے آگے

اس شخص پر جو گفتگو کرے اور جھوٹ بولے۔ اس لئے کہ لوگوں کو ہنسائے۔ افسوس ہے اس پر۔ افسوس ہے اس پر (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ جب بولے سچ بولے۔ ورنہ خاموش رہے۔

پانچواں وصف۔ صبر کرنا۔ ہر انسان کو مصائب اور تکالیف سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ مگر فضول واویلا ان کا حل نہیں۔ ایسے موقعوں پر صبر اور پرہیزگاری پر ثابت قدم رہنا بڑی ہمت کا کام ہے۔

؎ در بلا وقتے کہ صابر نیستی
نزدِ اہلِ صدق شاکر نیستی
(عطارؒ)

یعنی اگر تو مصیبت کے وقت صبر کرنے والا نہیں۔ تو نیکوں کے ہاں تیرا شمار اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں نہیں۔

لہٰذا مصیبت کے وقت فرائضِ عبودیت بدستور ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔ "اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

(البقرہ آیت ۱۵۳)

؎ تا شوی در روزگار از صابراں
غم مکن از دیدنِ سختی گراں
(عطارؒ)

ترجمہ۔ جب تک تو دنیا میں صبر کرنے والوں سے ہے اگر کوئی تکلیف پیش آجائے تو اس کا کوئی فکر نہ کر۔

اور فکر کس لئے نہ کیا جائے؟ اس لئے کہ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ اور تکلیف زدہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اسکے دروازے پر جا کر گر پڑا ہے۔ اور نماز اور دعا میں لگ گیا ہے۔ اسے یقین ہے کہ دکھ دینے والا ہی دکھ دور کرے گا۔ ؎

صبوری ترا کامگاری دہد
ز رنج و بلا رستگاری دہد (سعدیؒ)

یعنے صبر سے ہی تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ صبر سے ہی تجھے تکلیف اور مصیبت سے خلاصی حاصل ہوگی۔

چھٹا وصف "عاجزی کرنا"۔ انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ خود کو عاجز، بے بس، لاچار اور اللہ تعالیٰ کا محتاج جانے۔ اس عاجزی کا مطلب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زبانی سنیئے:-

باقی ص ۱۸ پر

خطبۂ ثانیہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کے لئے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۹ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْاَكْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْعَالَمَ وَدَبَّرَهٗ وَاَحْكَمَ نَظْمَ الْعَالَمِ وَقَدَّرَ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَبِاَحْسَنِ الصُّوَرِ صَوَّرَ○ وَجَعَلَهٗ اَشْرَفَ الْمَخْلُوْقَاتِ فِی الدُّنْيَا وَالْمَحْشَرِ ـــــ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ـــ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْفَضْلِ الْاَكْبَرِ وَالْعِزِّ الْاَنْوَرِ○ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلٰى رَفِيْقِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فِی الْغَارِ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرٍ عَبْدِ اللّٰهِ الصِّدِّيْقِ الْاَكْبَرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلٰى قَامِعِ اَسَاسِ الْكُفْرِ وَالْاِلْحَادِ سَيِّدِنَا عُمَرَ فَازَ بِالْحَظِّ الْاَوْفَرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنِ ـــ صَاحِبِ الْحَيَاءِ الَّذِیْ هُوَ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ـــــ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ـــ وَعَلٰى بَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ النَّبَوِيِّ ذِی الْفَضْلِ الْجَلِيِّ وَالْخَفِيِّ سَيِّدِنَا عَلِيِّ نِ الْحَيْدَرِ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَطَهَّرَ وَعَلَى السِّبْطَيْنِ النَّيِّرَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ سَيِّدِنَا الْحَسَنِ وَسَيِّدِنَا الْحُسَيْنِ رَضِیَ عَنْهُمَا الْعَلِيُّ الْاَكْبَرُ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ الْاَكْبَرِ مِنْهُمْ وَالْاَصْغَرِ۔ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِالسُّلْطَانِ الْعَادِلِ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ الْاِسْلَامِ الْاَنْوَرِ ـــــ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الدِّيْنَ الْمُنَوَّرَ۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَقْوٰى وَاَكْبَرُ

ترجمہ:۔ اللہ بہت بڑا ہے (۹ بار) نہیں کوئی معبود مگر اللہ ـــــ اللہ بہت بڑا ہے اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور وہ بلند مرتبہ اور بہت بڑا ہے ـــ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا اور اس کا انتظام کیا۔ نظامِ عالم کو ایک اندازے اور حکم سے چلایا ـــــ اللہ بہت بڑا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو کلام کرنا سکھایا اور اسے اچھی صورت عطا کی اور اسے دنیا اور محشر میں اشرف المخلوقات بنایا ـــــ اللہ بہت بڑا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بڑی عزت والے اور روشن بزرگی والے ہیں ـــــ اللہ ان پر رحمت بھیجے اور ان کے یارِ غار سیدنا عبداللہ صدیق اکبرؓ پر (اللہ ان سے راضی ہوا) اور کفر و الحاد کی بنیاد اکھاڑنے والے ہمارے آقا عمرؓ پر جو پورا حصہ (علم و عمل کا) لینے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ـــــ اور قرآن جمع کرنے والے صاحبِ حیا جو ایمان کی جُز ہیں (یعنی ہمارے آقا) عثمان ابنِ عفان ـــــ اللہ ان سے راضی ہوا ـــــ اور مدینۂ علمِ نبی کے دروازے صاحبِ فضلِ جلی و خفی ہمارے آقا علی حیدرؓ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت عطا کی اور پاک کیا اور سعید و شہید رسولِ پاک کے نواسوں سیدنا امام حسنؓ و حسینؓ پر ـــــ اللہ ان دونوں سے راضی ہوا ـــ اللہ بہت بڑا اور بلند ہے۔

اے اللہ تو مومن مردوں اور عورتوں ـــــ مسلم مردوں اور عورتوں کو جو زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں سب کو بخش دے۔

اے اللہ حاکمِ عادل سے اسلام کو مدد دے ـــ اور مدد کر اس کی جس نے دینِ روشن کی مدد کی ـــ اور ذلیل کر اس کو جس نے دینِ روشن کو ذلیل کیا۔

اللہ کو یاد کرو۔ وہ تمہیں یاد کرے گا ـــــ اس سے دُعا مانگو وہ قبول کرے گا ـــــ اللہ کا ذکر بلند۔ اعلیٰ اور برتر و غالب ہے۔ وہ کامل۔ اہم اور قوی و اکبر ہے۔

خُطبۂ حَجّۃُ الوَداع

۔۔۔ ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا ـــ حج کے تمام ابتدائی فرائض ادا کرنے کے بعد نویں ذی الحجہ کو حسبِ دستور طلوعِ آفتاب کے بعد وادئ نمرہ میں اترے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن گوش منتظر تھا ـــ آپ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصوا نامی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر جو خطبہ

بقیہ ذکرِ الٰہی صفحہ ۱۰ سے آگے

"مگر عاجزی، محتاجی اور بے کسی وہ مقصود ہے، جس کا ذکر شریعت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ باطل پرستوں کی ریاضتیں اور مجاہدے جو کہ شریعت کے مطابق نہیں ہوتے۔ اُن سے خسارے اور خواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور افسوس اور شرمندگی کے سوا اُن سے اور کوئی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔ (اس لئے) اوّل عملاً و اعتقاداً اپنے آپ کو شرعی احکام سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ یہ اُمور علمائے اہلِ سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ اس کے بعد اپنے باطن کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھیں۔
(از مکتوب ۲۰۶ دفتر اول)

المختصر بندہ صحیح معنیٰ میں عاجزی کرنے والا تب بنتا ہے جب اوامر پر کاربند ہو اور ...

ساتویں صفت "خیرات کرنا"۔ صدقہ اور خیر و خیرات کرنا بیماریوں کی دوا ہے۔ اس سے جسمانی اور روحانی امراض سے چھٹکارا ملے گا۔ بہتر شخص وہ ہے جس سے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچے۔ انسانوں کی ضروریات پوری کرنے اور ان کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے "پھر رشتہ اور محتاج اور مسافر کو اس کا حق دے۔" (الروم آیت ۳۸) اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرنا متقیوں کی صفت ہے۔ (وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ البقرہ آیت ۳)

آٹھویں صفت 'روزے رکھنا'۔ رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں۔ بلا عذر ان کو ترک ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ حدیث میں وارد ہے کہ "جو شخص بغیر کسی عذر یا بیماری کے رمضان کا ایک روزہ نہ رکھے۔ تو ساری عمر روزہ رکھنا اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔" (مشکوٰۃ)

فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے رکھنا اپنی ہمت پر منحصر ہے۔ نفلی روزوں میں شوال کے چھ روزوں کا بڑا ثواب ہے۔ حدیث میں آیا ہے "جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال میں چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سال بھر روزے رکھے۔" (مشکوٰۃ)

نواں وصف 'پاکدامن رہنا'۔ ابن کثیر میں بحوالہ طبرانی مذکور ہے۔ "کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو، اور اپنی شرمگاہوں کی

باقی صفحہ ۱۸ پر

دیا ——— اس کے ضروری حصے یہ ہیں۔

لوگو! ——— میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہوں گے مسلمانوں کی جان، مال اور آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ جیسا کہ آج کے دن، اس شہر کی، اس مہینہ کی تم حرمت کرتے ہو

لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔

——— خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ جاہلیت کی ہر بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں ——— جاہلیت کی قتل و خون ریزی کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں ———

پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ ابن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانے کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا ——— پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا ہے وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو اپنے لئے حلال بنایا ——— تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔

عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ ——— اچھی طرح پہناؤ۔

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر چلا ہوں کہ اگر اس کو مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے:

وہ ہے اللہ کی کتاب ——— قرآن

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے ——— خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز ادا کرو ——— سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھو ——— اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو ——— خانہ خدا کا حج بجا لاؤ ——— اور تم میں سے جو صاحب امر ہوں ان کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کی فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بات بھی دریافت کیا جائے گا۔

مجھے ذرا بتا دو کہ تم کیا جواب دوگے؟

سب نے کہا کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت اور نبوت کا حق ادا کر دیا ——— آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی اچھی طرح پہچان کرا دی۔ (اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (فرماتے تھے)

اے خدا! گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں) اے خداوند! گواہ رہ کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)

پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ سب باتیں ان لوگوں کو پہنچا دینا جو اس وقت یہاں موجود نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

ترجمہ:۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین پسند فرمایا۔

حج سے فارغ ہو کر روانگی کے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْ بَیْتِکَ الْحَرَامِ۔ وَ اِنْ جَعَلْتَہٗ فَعَوِّضْنِیْ مِنْہُ الْجَنَّۃَ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لِلرَّحْمَۃِ قَاصِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

بقیہ ذکر الٰہی

صفحہ ۱۷ سے آگے

حفاظت کرو اور اپنے منہ سیدھے رکھو، یا اللہ تمہاری صورتیں بدل دے گا"۔ لہٰذا زنا سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ مقدمات زنا سے بھی پرہیز کیا جائے غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا جائے۔ گھور گھور کر غیروں کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے "کہ ایمان والوں سے کہہ دو۔ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔ یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے۔ اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں" (النور آیت ۳۰-۳۱)

نظر ہی سے فساد کی ابتدا ہوتی ہے۔ نظر ہی تو شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ اس لئے نگاہ نیچے رکھنی ضروری ہے۔ تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑ جائے۔ راہ چلتے اگر اتفاقیہ کہیں نظر پڑ جائے۔ تو اسے فوراً ادھر سے ہٹا کر نیچے کر لینا چاہیئے۔ تاکہ زنا کے وبال اور تباہی سے بچاؤ ہو سکے ؎

ابر بر ناید پئے منع زکوٰۃ
وز زنا افتد وبا اندر جہات

(مولانا رومؒ)

یعنی ترک زکوٰۃ سے بارشیں نہیں ہوتیں اور زنا سے موذی امراض پھیلتے ہیں۔

دسویں صفت "اللہ کو بہت یاد کرنے والے"

اے دنیا کی دلفریبیوں میں پھنسنے والے نفس! کچھ سوچ تو سہی۔ تجھے ہمیشہ ادھر نہیں رہنا۔ یہ جہاں آج نہیں تو کل چھوڑنا ہے۔ کیا خبر ہے کہ ؎

شاید ہمیں نفس، نفس واپسیں بود

تیرا شاید یہی سانس آخری سانس ہو۔ لہٰذا غفلت کے پردے چاک کر دے۔ کچھ ہوش سے کام لے۔ فوراً غفلت کو چھوڑ دے اسی غفلت نے ہی تو بہت ساری قوموں کو نیست و نابود کر دیا۔ اور اسی غفلت کی بدولت وہ ادھر سے دوزخ کا ٹکٹ لے کر چل لیے۔ ذکر الٰہی ہی کام آنے والا عمل ہے۔ اس لئے فرض نمازوں کا بڑا خیال رکھو۔ دوسرے ذکر و اذکار کرتے رہو۔ قلب کو ہر وقت متوجہ الی اللہ رکھو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان اوصاف سے متصف بنا دے۔ آمین۔

(باقی دارد)

بچوں کا صفحہ

حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن' لاہور

بچوں کی عیدِ قرباں

پیارے بچو! بھلا جانتے ہو کہ یہ عید قرباں کیوں منائی جاتی ہے؟ لو سنو - آج ہم تمہیں اس کے متعلق مختصر الفاظ میں کچھ بتانا چاہتے ہیں - ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اللہ پاک کے حضور میں پیش کی تھی - اللہ پاک نے یہ قربانی قبول فرما کر اس کے بدلے ایک دُنبہ جنّت سے بھیج کر ذبح کرایا تھا - ان حضرات کا صبر و تحمّل اور جذبۂ عشق اللہ پاک کو ایسا پسند آیا - کہ آپ کی اس قربانی کو قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے لازم قرار دے دیا - چنانچہ اسی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہر سال دُنیا بھر کے مسلمان قربانی کرتے ہیں -

عام لوگ تو اس قربانی کا مطلب بس اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ کسی جانور کو ذبح کیا - اس کا گوشت کچھ خود کھایا اور کچھ غریبوں - عزیزوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیا - یہ بات نہیں - خدا تعالےٰ گوشت اور لہو کا محتاج نہیں ہے کہ ہم سے جانوروں کی قربانیاں کرواتا ہے - یہ قربانی اس لئے کروائی جاتی ہے کہ جب مسلمان مول خریدے ہوئے جانور ذبح کرنے لگیں تو انہیں وہ قربانی یاد آ جائے - جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کی تھی - اور دل میں یہ سوچیں کہ جانور تو جانور اگر خدا کی راہ میں ہمیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کوئی پروا نہ کرینگے - اس واقعہ سے در اصل جانی قربانی کا سبق سکھایا گیا ہے - واقعہ یہ ہُوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ مَیں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں - نبیوں کے خواب چونکہ بالکل سچّے ہوتے ہیں - اس لئے آپ نے یہی سمجھا کہ خدا نے بیٹے کی قربانی مانگی ہے - آپ جھٹ اس کام کے لئے تیار ہو گئے - خیال آیا ذرا بیٹے سے بھی بات چیت کر لیں - وہ کیا کہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے ارادے میں کسی قسم کا خلل ڈالے - چنانچہ آپ نے جب خواب کا حال سُنایا تو سعادت مند بیٹا پکار اُٹھا - ابّا جان دیر نہ لگایئے - جب خدا کا حکم ہے تو پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے - مَیں ہر طرح حاضر ہوں - اور انشاء اللہ آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے - باپ کو اس جواب پر بے حد خوشی ہوئی - اس کے بعد باپ نے ایک چُھری بغل میں دبائی اور بیٹے کو لے کر شہر سے باہر کُھلے میدان کی طرف چل دیئے - ماں کا حوصلہ دیکھو کہ اس نے بھی اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھوں سے رُخصت کر دیا - اور ذرا پس و پیش نہ کیا - رستے میں شیطان مردود نے بہت بہکایا - مگر خُدا کے خاص بندے شیطان کے فریب میں نہیں پھنسا کرتے وہ تو ہم جیسے ہیں کہ جہاں شیطان نے چکنی چُپڑی باتیں کہیں، جھٹ اُسی کے پیچھے ہو لئے - خیر تو جب میدان میں پہنچے تو بیٹے کو باپ نے زمین پر لٹا دیا اور لگے آستین چڑھانے - بیٹے نے کہا - ابّا جان ذرا اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے - کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر آپ کو رحم آنے لگے - اور اس نیک کام میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہو باپ نے ایسا ہی کیا اور چُھری تیز کر کے بیٹے کے گلے پر پھیرنی شروع کی - اپنے خیال میں تو آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر ہی ڈالا تھا - مگر خُدا تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اسماعیلؑ کی جگہ ایک دُنبہ بھیج دیا - یہ دنبہ ذبح ہو گیا - اور بیٹے کا بال تک بیکا نہ ہُوا - خدا تعالےٰ نے فرمایا - اے ابراہیم بس کر ہم تجھے آزمانا ہی چاہتے تھے - سو آزما لیا تم میرے نہایت فرمانبردار بندے ہو -

عزیز بچو! دیکھا تم نے کہ اللہ کے خاص الخاص بندوں پر کیسی طرح طرح کی مصیبتیں آتی ہیں - مگر وہ ہر مصیبت کو نہایت خوشی سے جھیلتے ہیں - کہنے کو تو ہم بھی خُدا کو دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز اور پیارا سمجھتے ہیں مگر اللہ کے یہ نیک بندے صرف زبان سے نہیں کہتے کہ ہمیں خدا زیادہ عزیز ہے - بلکہ اپنے عمل سے بھی خدا کی محبت کا پُورا پُورا ثبوت دیتے ہیں - حتّٰی کہ اپنی جان تک کی بھی پروا نہیں کرتے - وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے جان دی اُس کے راستے میں کام آئی تو اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہو سکتی ہے - اور یہ جان کی نذر خدا کی درگاہ میں پیش کرنا ان کے نزدیک کوئی مشکل بات نہیں - پھر اللہ تعالےٰ ان کی قربانیوں کو دیکھ کر اتنا خوش ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں چنانچہ حضورؐ ارشاد ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر اور کوئی چیز اللہ کو پسند نہیں - ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے - قربانی کے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے - اللہ تعالےٰ اُسے گرنے سے پیشتر ہی قبول فرما لیتے ہیں - سبحان اللہ! قربان جایئے اُس ذات پاک کے کہ اتنی معمولی سی بات پر کتنا بڑا انعام مرحمت فرماتے ہیں - اب اگر کوئی مسلمان اس نعمت کو حاصل ہی نہ کرنا چاہے تو اس سے بڑھ کر اس کی اور کیا بد نصیبی ہوگی - ہمیں چاہیئے کہ خوب خوشی کے ساتھ دل کھول کر قربانی کیا کریں - معمولی دام خرچ کرنے سے اگر اتنی بڑی دولت ہاتھ آ جائے تو پھر اور کیا چاہیئے - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں - ایک ایک بال کے عوض ایک ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے - خیال فرمایئے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے لاکھوں - کروڑوں کیا - بلکہ ان گنت نیکیاں مل جائیں - بھیڑ - بکری گائے اور اُونٹ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک بھی گننے لگے تو میرا خیال ہے کہ ہرگز نہ گن سکے گا - اتنے بے حساب ثواب کو دیکھتے ہوئے اگر کسی پر قربانی واجب نہ بھی ہو تب بھی خوشی سے قربانی دیدے اور اس ثواب کو نہ جانے دے - جب یہ دن گزر گئے تو پھر دولت نصیب نہ ہوگی - اور ایسی سہولت کے ساتھ اس قدر نیکیاں ہرگز جمع نہ ہو سکینگی - خداوند تعالےٰ نے اگر امیر بنایا ہے تو جہاں اپنی طرف سے قربانی دے جو

باقی بر صفحہ ۱۲